7

اپنے فرض کی اہمیت کو محسوس کرو
تا تم اللہ تعالیٰ کی برکتیں حاصل کرسکو

تمہارے قلوب میں لوگوں کی اتنی ہمدردی ہونی چاہیے کہ ہر شخص تمہیں اپنا سچا خیر خواہ سمجھے

(فرمودہ 15 فروری 1957ء بمقام ناصر آباد سندھ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف ایک بیٹے گئے تھے جن سے صرف نسلی ترقی کے ذریعہ دو ہزار سال کے عرصہ میں تین لاکھ افراد عرب میں پھیل گئے تھے۔ ہمارے احمدی جو یہاں سندھ میں رہائش رکھتے ہیں وہ ساری اسٹیٹوں وغیرہ کو ملا کر اِس وقت دس ہزار کے قریب ہیں اور ہمیں یہاں آئے ہوئے قریباً پچاس سال ہو گئے ہیں۔ اگر دو ہزار سال کے عرصہ کو تقسیم کر کے دیکھا جائے اور اس میں سے اُتنی کمی کر دی جائے جتنے عرصہ میں ان کی تعداد ہماری تعداد کے قریب پہنچی تھی تو معلوم ہوتا ہے کہ سو سال میں وہ پندرہ ہزار اور قریباً 67 سال میں دس ہزار ہوئے تھے اور اُن کی یہ ترقی صرف نسل کے ذریعہ ہوئی تھی لیکن ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور مذہبی جماعتیں

صرف نسلی طور پر ہی نہیں بڑھتیں بلکہ تبلیغ سے بھی بڑھتی ہیں۔ چونکہ اِس وقت ہمارے یہاں دس ہزار آدمی ہیں اس لیے اگر دس ہزار آدمی ایک ایک آدمی کو بھی سلسلہ میں داخل کرے تو اگلے سال ان کی تعداد بیس ہزار ہو جائے گی۔ اُس سے اگلے سال چالیس ہزار ہو جائے گی۔ اُس سے اگلے سال اَسّی ہزار ہو جائے گی اور اس طرح دس سال میں پینتیس لاکھ بیس ہزار تک ان کی تعداد پہنچ جائے گی جو سندھ کی آدھی آبادی ہے اور یہ ترقی صرف تبلیغ کے ذریعہ ہوگی۔ نسل کے ذریعہ ان کی جو ترقی ہوگی وہ اس سے علیحدہ ہوگی۔ اور اگر ہر احمدی ایک ایک نہیں بلکہ دو دو آدمیوں کو سلسلہ میں داخل کرے تو ان کی تعداد دس ہزار سے تیس ہزار ہو جائے گی، دوسرے سال نوے ہزار ہو جائے گی، تیسرے سال دو لاکھ ستّر ہزار ہو جائے گی، چوتھے سال آٹھ لاکھ دس ہزار ہو جائے گی، پانچویں سال چوبیس لاکھ تیس ہزار ہو جائے گی، چھٹے سال بہتّر لاکھ نوے ہزار ہو جائے گی اور ساتویں سال دو کروڑ اٹھارہ لاکھ ستّر ہزار ہو جائے گی جو سندھ کی آبادی سے تین گُنا سے بھی زیادہ ہے۔ اگر گزشتہ سالوں میں بھی جماعت کے تمام دوست اِس رنگ میں اپنی کوشش جاری رکھتے اور ہر سال دو دو افراد کو اپنے اندر شامل کرنے کی کوشش کرتے تو سارے سندھ میں اس وقت احمدی ہی احمدی ہوتے۔ بلکہ اگر وہ ہر سال صرف ایک ایک احمدی کرتے تب بھی ان کی تعداد گزشتہ سالوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے اِتنی بڑھ جاتی کہ صرف سندھ ہی نہیں بلکہ مغربی پاکستان کی آبادی کے برابر ان کی تعداد پہنچ جاتی۔

درحقیقت اپنے آپ کو دُگنا کرتے چلے جانا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے مشہور ہے کہ جس شخص نے شطرنج کی کھیل ایجاد کی تھی اُس نے یہ کھیل بادشاہ کو بھی دکھائی۔ بادشاہ کو یہ کھیل بڑی پسند آئی اور اس نے کہا کہ تم نسخہ بیچ ڈالو اور دس ہزار روپیہ انعام کے طور پر لے لو۔ وہ اچھا حساب دان آدمی تھا کہنے لگا حضور! میں دس ہزار روپیہ لینے کے لیے تیار نہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس کے ایک خانہ میں ایک کوڑی رکھوائیں، دوسرے خانہ میں دو کوڑیاں رکھوائیں، تیسرے خانہ میں چار کوڑیاں رکھوائیں، چوتھے خانہ میں آٹھ کوڑیاں رکھوائیں، پانچویں خانہ میں سولہ کوڑیاں رکھوائیں اور اس طرح آخر تک دُگنا کرتے چلے جائیں اور پھر جو کچھ بنے مجھے انعام کے طور پر دے دیں۔ شطرنج کے کُل چونسٹھ خانے ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا میں نے تو سمجھا تھا کہ تم بڑے عقل مند ہو مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم جاہل آدمی ہو کہ دس ہزار روپیہ لینے کی بجائے مجھ سے کوڑیاں مانگتے ہو۔ وہ کہنے لگا حضور! مجھے تو یہی چاہیے۔

اس نے وزیرِ خزانہ کو بلایا اور کہا کہ کوڑیوں سے شروع کرو اور ہر اگلے خانہ میں دگنی کوڑیاں رکھتے جاؤ اور پھر جتنی رقم بنے وہ اسے انعام کے طور پر دے دو۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد ہی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا حضور! ہمارا سارا خزانہ ختم ہوگیا ہے اور ابھی اس کے کئی خانے خالی پڑے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو پہلے خانہ میں اس نے ایک کوڑی رکھی، دوسرے خانہ میں دو کوڑیاں ہوئیں، تیسرے خانہ میں چار کوڑیاں، چوتھے خانہ میں آٹھ کوڑیاں، پانچویں خانہ میں سولہ کوڑیاں، چھٹے خانہ میں بتّیس کوڑیاں، ساتویں خانہ میں چونسٹھ کوڑیاں۔ پرانے زمانہ میں چار پیسے کا ایک گنڈہ آیا کرتا تھا جس میں چونسٹھ کوڑیاں ہوتی تھیں۔ اس لیے ساتویں خانہ میں ہم ایک آنہ رکھ لیتے ہیں۔ اب آٹھویں خانہ میں دو آنے ہوئے، نویں خانہ میں چار آنے ہوئے، دسویں خانہ میں آٹھ آنے، گیارھویں میں ایک روپیہ، بارھویں خانہ میں دو روپے، تیرھویں خانہ میں چار روپے، چودھویں خانہ میں آٹھ روپے، پندرھویں خانہ میں سولہ روپے، سولہویں خانہ میں بتّیس روپے، سترہویں خانہ میں چونسٹھ روپے، اٹھارہویں خانہ میں ایک سو اٹھائیس روپے، انیسویں خانہ میں دو سو چھپن روپے، بیسویں خانہ میں پانچ سو بارہ روپے، اکیسویں خانہ میں ایک ہزار چوبیس روپے، بائیسویں خانہ میں دو ہزار اڑتالیس روپے، تیئیسویں خانہ میں چار ہزار چھیانوے روپے، چوبیسویں خانہ میں آٹھ ہزار ایک سو بانوے روپے، پچیسویں خانہ میں سولہ ہزار تین سو چوراسی روپے، چھبیسویں خانہ میں بتّیس ہزار سات سو اڑسٹھ روپے، ستائیسویں خانہ میں پینسٹھ ہزار پانچ سو چھتّیس روپے، اٹھائیسویں خانہ میں ایک لاکھ اکتیس ہزار بہتّر روپے، انتیسویں خانہ میں دو لاکھ باسٹھ ہزار ایک سو چوالیس روپے، تیسویں خانہ میں پانچ لاکھ چوبیس ہزار دو سو اٹھاسی روپے، اکتیسویں خانہ میں دس لاکھ اڑتالیس ہزار پانچ سو چھہتّر روپے، بتیسویں خانہ میں بیس لاکھ ستانوے ہزار ایک سو باون روپے، تینتیسویں خانہ میں اکتالیس لاکھ چورانوے ہزار تین سو چار روپے، چونتیسویں خانہ میں تراسی لاکھ اٹھاسی ہزار چھ سو آٹھ روپے، پینتیسویں خانہ میں ایک کروڑ ستاسٹھ لاکھ ستتر ہزار دو سو سولہ روپے، چھتیسویں خانہ میں تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتّیس روپے، سینتیسویں خانہ میں چھ کروڑ اکہتّر لاکھ آٹھ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے، اڑتیسویں خانہ میں تیرہ کروڑ بیالیس لاکھ سترہ ہزار سات سو اٹھائیس روپے، انتالیسویں خانہ میں چھبیس کروڑ چوراسی لاکھ پینتیس ہزار چار سو چھپّن روپے، چالیسویں خانہ میں ترپّن کروڑ اڑسٹھ لاکھ ستّر ہزار نو سو بارہ روپے اور اکتالیسویں

خانہ میں ایک ارب سات کروڑ سینتیس لاکھ اکتالیس ہزار آٹھ سو چوبیس روپے اور ابھی تیئیس خانے باقی رہتے ہیں۔ ہم نے ایک دفعہ حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ چونسٹھویں خانہ میں نو پدم اکہتّر کھرب ننانوے ارب تک رقم پہنچ جاتی ہے اور یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ امریکہ جو بڑا دولتمند ملک ہے وہ بھی اتنا روپیہ ادا نہیں کرسکتا۔

تو اگر ہر احمدی کوشش کرتا اور سال بھر میں ایک ایک شخص کو ہی احمدی بنانے کی کوشش کرتا تو چند سال کے اندر اندر سارا سندھ احمدی ہو جاتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ دوستوں کے اندر وہ تڑپ نہیں پائی جاتی جو ان کے اندر پائی جانی چاہیے۔ بے شک نسلی بڑھوتی بھی ایک قابلِ قدر چیز ہے اور اس کے ذریعہ بھی قومیں دنیا میں ترقی کیا کرتی ہیں۔ مگر وہ ترقی اس طرح نہیں ہوتی جس طرح تبلیغ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ نسلی ترقی کے لیے کہیں بیس سال میں لڑکا جوان ہوگا اور اُس کی شادی ہوگی اور پھر اُس کے ہاں اولاد پیدا ہوگی لیکن روحانی بڑھوتی کے لیے بیس سال کے انتظار کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر سال بڑھتی چلی جاتی ہے۔ آپ لوگوں کے ہاں اگر ہر سال بھی ایک ایک بچہ پیدا ہو تب بھی وہ آگے بچہ رہنے کے قابل تب ہوگا جب کم سے کم پندرہ سال کا ہوگا۔ اور پھر اُس کا بچہ تب بچہ پیدا کرسکے گا جب وہ بھی پندرہ سال کی عمر کو پہنچے گا۔ گویا تیس سال میں نسلی طور پر ایک سے تین بنتے ہیں۔ لیکن اگر ہر شخص ایک ایک دو دو احمدی بناتا چلا جائے تو تیس سال میں سارے سندھ اور سارے مغربی پاکستان کے برابر احمدی ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ جو احساس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پایا جاتا تھا کہ انہیں ایک وادیٔ غیرِ ذِی زَرع میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا ذکر کریں اور اُس کے خانہ کعبہ کی خدمت بجالائیں وہ احساس ہماری جماعت کے دوستوں میں نظر نہیں آتا۔ بے شک ہم اِس علاقہ کو وادیٔ غیرِ ذِی زَرع نہیں کہہ سکتے کیونکہ زراعت کے لحاظ سے یہ بڑا زرخیز علاقہ ہے لیکن اِسے غیر آباد ضرور کہہ سکتے ہیں۔ وادیٔ غیرِ ذِی زَرع مکہ کی وادی تھی جہاں گھانس کی ایک پتی تک بھی نہیں ہوتی تھی مگر اِس کے باوجود نسلِ اسماعیلؑ نے اپنے فرض کو سمجھا اور اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ تک اُن کی تین لاکھ تعداد ہوگئی اور اب تیرہ سو سال میں وہاں کی آبادی ایک کروڑ تک پہنچ چکی ہے بلکہ شاید کچھ زیادہ ہی ہو۔ تو نسلی لحاظ سے بھی بے شک ترقی ہوتی ہے لیکن جو ترقی مذہبی اور روحانی رنگ میں ہوتی ہے وہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد صرف نسلی لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ تک تین لاکھ تک پہنچی۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو روحانی نسل چلی اس کی تعداد آج ایک ارب سے بھی زیادہ ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت بھی تبلیغ پر زور دیتی اور ہر شخص ایک سے دو اور دو سے چار ہونے کی کوشش کرتا تو ساری دنیا پر آج مسلمان ہی مسلمان ہوتے اور ہر لحاظ سے انہیں غلبہ واقتدار حاصل ہوتا۔ تم بھی اگر صحیح طریق پر کام کرو گے اور تبلیغ کو وسیع کرتے چلے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بڑھوتی بخشے گا اور تمہیں ترقی عطا کرے گا لیکن اگر غفلت سے کام لو گے تو تم وہ برکتیں حاصل نہیں کر سکو گے جو سچے خدمت گزاروں کو حاصل ہوا کرتی ہیں۔ خدا کے لیے اپنے رشتہ داروں اور بہن بھائیوں کو چھوڑ دینا کوئی معمولی قربانی نہیں ہوتی۔ اِسی طرح خواہ کوئی ایک آنہ فی روپیہ چندہ دے رہا ہو تب بھی یہ ایک بڑی قربانی ہے۔ گاندھی جی نے ایک دفعہ حساب لگا کر بتایا تھا کہ ہندوستان میں ایک فرد کی فی سال صرف چھ پیسے آمد ہے لیکن ہماری جماعت کو اگر تم دس لاکھ سمجھ لو تب بھی بارہ لاکھ روپیہ سالانہ تو صرف صدر انجمن احمدیہ کا چندہ ہوتا ہے اور تحریک جدید کا چندہ ملا کر سترہ اٹھارہ لاکھ روپیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ بجائے چھ پیسے کے ہر احمدی ڈیڑھ روپیہ سے پونے دو روپیہ تک دے رہا ہے۔ گویا جماعت میں داخل ہو کر انہیں رشتہ داروں کو بھی چھوڑنا پڑا اور مالی لحاظ سے بھی بوجھ برداشت کرنا پڑا۔ اگر ان قربانیوں کے باوجود کوئی شخص سُستی سے کام لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کرتا تو اس سے زیادہ بدقسمت اَور کون ہو سکتا ہے۔ اس کو تو چاہیے کہ وہ ایسے طور پر اپنی زندگی بسر کرے اور خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں اس سرگرمی اور جوش سے حصہ لے کہ وہ سمجھے کہ اگر میں نے یہ کام نہ کیا تو میری زندگی میں کوئی مزا نہیں رہے گا۔

1935ء میں ہم نے یہاں زمینیں خریدی تھیں اور اب 1956ء گزر چکا ہے۔ گویا ہمیں یہاں آئے ہوئے اکیس سال ہو چکے ہیں اور بعض اس سے بھی پہلے سے موجود ہیں۔ چنانچہ بعض صحابی ایسے ہیں جو اڑتالیس اڑتالیس سال سے یہاں رہائش رکھتے ہیں۔ اگر وہ سارے کے سارے اپنے فرض کو ادا کرتے تو اَب تک سندھ میں ہماری جماعت کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی ہوتی۔ اور اگر ہر سال پہلے سال سے دُگنا ہونے کی کوشش کرتے تو اکیس سالوں میں وہ کئی ارب تک پہنچ جاتے۔ پس دوستوں کو اپنے اس فرض کی اہمیت کا احساس کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد

کیا گیا ہے اور اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو جنہیں حق بات پہنچانا کسی فساد اور لڑائی کا موجب نہیں ہوسکتا حق پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آخر ہر رشتہ دار کا اپنے رشتہ دار پر اور ہر دوست کا اپنے دوست پر اور ہر بھائی کا اپنے بھائی پر حق ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہوسکتی جو یہ کہے کہ میرا خاوند خواہ جہنم میں چلا جائے مجھے اُس کی کوئی پروانہیں اور نہ کوئی خاوند ایسا ہوسکتا ہے جو کہے کہ خواہ میری بیوی جہنم میں چلی جائے مجھے اس کی پروانہیں۔ پس خاوند کا اپنی بیوی کو یا بیوی کا اپنے خاوند کو حق بات پہنچانا تبلیغ کرنا نہیں بلکہ اپنے فرض کو ادا کرنا ہے۔ اِسی طرح بھائی کا اپنے بھائی کو حق پہنچانا تبلیغ نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ بھائی کا اپنے بھائی کو حق پہنچانا اس کا فرض ہے۔ اِسی طرح دوست کا اپنے دوست کو حق پہنچانا تبلیغ نہیں بلکہ اُس کا فرض ہے اور اگر وہ اپنے اِس فرض کو ادا نہیں کرتا تو وہ دوست نہیں بلکہ دشمن سمجھا جائے گا اور اُس کا دوست بھی اُسے اپنا خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ قرار دے گا کہ اُس نے اُسے سچائی سے محروم رکھا۔ اگر اِس رنگ میں ہر رشتہ دار اپنے رشتہ دار کو اور ہر دوست اپنے دوست کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے حق پہنچائے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہوسکتا جس کے چار چار، پانچ پانچ دوست نہ ہوں اور پھر اُن دوستوں کے آگے چار چار، پانچ پانچ دوست نہ ہوں۔ اگر ایک شخص اپنے دوستوں کے پاس جاتا اور انہیں صداقت سے آگاہ کرتا ہے اور وہ اس صداقت کو آگے اپنے دوستوں تک پہنچاتے ہیں تو تھوڑے دنوں میں ہی احمدیت کی آواز لاکھوں افراد تک پہنچ سکتی ہے۔

دنیا میں عام طور پر انسان دوسروں کے حالات کا اندازہ اپنے حالات سے کیا کرتا ہے اور جس حالت میں وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اُسی حالت میں وہ ساری دنیا کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ کوئی نائی تھا جسے کسی امیر آدمی نے خوش ہوکر دو ہزار اشرفی انعام دے دی۔ وہ مہینہ بھر میں مشکل سے آٹھ دس روپے کمایا کرتا تھا۔ اسے یکدم جو تیس ہزار روپیہ مل گیا تو اُس کا دماغ خراب ہو گیا۔ وہ جہاں بھی جاتا تھیلی اپنے ساتھ لیے پھرتا۔ چونکہ امیروں کا نائی تھا اُسے یہ خطرہ نہیں تھا کہ کوئی اُسے اُٹھا لے گا اس لیے وہ بے دھڑک اُسے اپنے ساتھ رکھتا۔ اور جب لوگ اس سے پوچھتے کہ بتاؤ شہر کا کیا حال ہے؟ تو کہتا حضور! کوئی کمبخت ایسا نہیں ہوگا جس کے پاس تیس ہزار روپیہ بھی نہ ہو۔ ایک دن انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے مذاق کے طور پر اُس کی تھیلی اُٹھا لی۔ تھیلی کے گم ہو جانے سے

اُس کا بُرا حال ہو گیا اور بھوکا مرنے لگا۔ ایک دن وہ کسی امیر کی حجامت بنانے لگا تو اس نے پوچھا بتاؤ! شہر کا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا حضور! شہر کا کیا پوچھتے ہیں؟ سب بھوکے مرتے ہیں۔ اس پر جس شخص نے تھیلی چھپائی تھی اس نے تھیلی لاکر اس کے سامنے رکھ دی اور کہا تم سارے شہر کو بھوکا نہ مارو اپنی تھیلی واپس لے لو۔

تو حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان اپنے اوپر ہی دوسرے کا قیاس کیا کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنے دوستوں پر حُسنِ ظنی ہے تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ ان دوستوں کے بھی آگے ایسے دوست ہو سکتے ہیں جن پر انہیں حُسنِ ظنی ہو۔ اور اگر اس کے چار پانچ مخلص دوست ہیں تو اُن کے بھی چار چار، پانچ پانچ مخلص دوست ہو سکتے ہیں۔ اگر اِس ذریعہ کو ہی اختیار کر لیا جائے اور ہر شخص اپنے پانچ دوستوں تک حق پہنچائے اور ان پانچ دوستوں میں سے ہر شخص اپنے پانچ پانچ دوستوں کے پاس جائے اور انہیں صداقت سے روشناس کرے اور پھر وہ پچیس آدمی آگے اَور پانچ پانچ دوستوں کا انتخاب کریں اور انہیں سچائی سے آگاہ کریں تو ایک آدمی صرف تین واسطوں میں سَوا سَو آدمیوں تک اپنے خیالات پہنچا سکتا ہے۔ ہمارا اِس وقت یہاں دس ہزار آدمی ہے۔ اگر دس ہزار آدمی اِسی طریق پر کوشش کرے تو سال بھر میں یہاں کی جماعت ساڑھے بارہ لاکھ تک پہنچ سکتی ہے اور اس سے اگلے سال ساڑھے بارہ کروڑ بن سکتی ہے۔ مگر یہ طریق اِسی صورت میں کامیاب ہوسکتا ہے جب تمہارے دل میں لوگوں کی اتنی ہمدردی ہو کہ ہر شخص جو تمہارے محلّہ کا یا تمہارے علاقہ کا یا تمہاری تحصیل کا یا تمہارے ضلع کا ہو وہ تمہیں اپنا دوست اور یارِ غار سمجھے۔ اور اُس کا دل اِس یقین سے پُر ہو کہ تم اس کے سچے خیر خواہ ہو۔ اگر تم اس کے دل میں یہ یقین پیدا کر دو تو حق پہنچانے پر کسی لڑائی جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ خود تمہارے پاس آئے گا اور کہے گا کہ مجھے اپنے سلسلہ کے حالات بتاؤ۔ اور تمہارا اُسے سلسلہ کے حالات بتانا اسے تبلیغ کرنا نہیں ہوگا بلکہ اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔ بلکہ اگر تم اُسے حق نہیں پہنچاؤ گے تو وہ تم پر ناراض ہوگا کہ تم میرے اچھے دوست ہو کہ مجھے حق بھی نہیں پہنچاتے اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیتے ہو۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ تبلیغ سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ مگر ان میں سے کوئی نہیں جو یہ کہے کہ حق ادا کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ اگر تم نے کسی کے سو روپے دینے ہوں اور تم وہ روپے دینے

کے لیے اُس کے پاس جاؤ تو کیا یہ فساد سمجھا جائے گا یا اسے حق کا ادا کرنا قرار دیا جائے؟ اِسی طرح اگر دوسرا شخص تمہارا سچا دوست ہے اور وہ حق کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ تم سے لڑائی کرے وہ تمہارا ممنون ہوگا کہ تم نے اسے حق پہنچایا۔ جس طرح وہ شخص جس کے تم نے سَو روپے دینے ہوں جب تم اُس کے سَو روپے ادا کرنے کے لیے اُس کے پاس جاؤ تو وہ تمہارا ممنون ہوتا ہے۔ پس صحیح طور پر اپنی ذمہ داری ادا کرو اور اپنی تعداد کو بڑھانے کی کوشش کرو۔

اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ جب پہلے پہل یہاں ہمارے دوست آئے تو اُس وقت وہ صرف تین چار سَو تھے مگر اَب میرپور خاص تک ان کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ اور اگر وہ ہمت کریں تو اگلے چند سالوں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے حق ادا کرنے اور اپنے فرائض کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے''۔ (الفضل 26 فروری 1957ء)